مولانا محمد رمضان سلفی

تحقیق و تنقید

دوسری قسط

طلاقِ ثلاثہ کو 'تین' ثابت کرنیوالوں کے دلائل کا جائزہ

حنفیہ کے ہاں طلاق کی اقسام: ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کے دلائل کا جائزہ لینے سے قبل حنفی مذہب میں طلاق کی اقسام کو سمجھ لینا مناسب ہے، تاکہ آنے والے دلائل کی مراد سمجھنے میں آسانی رہے۔ حنفیہ کے ہاں طلاق کی تین اقسام ہیں:

① احسن ② حسن ③ بدعی

① احسن طلاق سے مراد یہ ہے کہ شوہر ایسے طہر میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دے جس میں اس نے بیوی سے مقاربت نہ کی ہو۔ اور طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے تک اس کو چھوڑے رکھے، طلاق کی یہ احسن صورت ہے۔

② حسن طلاق سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا عورت کو تین طہروں میں وقفے وقفے سے طلاق دے، یعنی ایک طہر میں پہلی طلاق دے، دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ یہ طلاق کی حسن صورت ہے۔

③ طلاقِ بدعت یہ ہے کہ یکبار اسے تین طلاق دے دے یا ایک طہر میں تین طلاق دے دے۔ طلاق کی یہ صورت بدعت ہے اور سنت کے خلاف ہے۔ (الهداية: ص ۳۷۳)

اب ہم ان دلائل کا جائزہ لیتے ہیں جو طلاقِ ثلاثہ کے واقع ہونے پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں طلاقِ ثلاثہ کی روایات کو طلاقِ بدعت پر محمول کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتا ہے جسے خود حنفی مذہب میں بھی بدعت کہا گیا ہے۔ اس کے برعکس اگر ان روایات کو طلاق حسن پر محمول کیا جائے تو کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

ایک مجلس کی طلاقِ ثلاثہ کو تین قرار دینے والوں کے دلائل کی حقیقت

① سب سے پہلے قرآن کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرۃ:۲۳۰)

اور اس سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ یہاں حرف 'فا' ہے جو اکثر تعقیب بلامہلت کے لئے آتا ہے۔ جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ دو کے بعد اگر کسی نادان نے تیسری طلاق بھی فی الفور دے دی تو اب اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں ہے جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی جگہ میں تین طلاقیں دی جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کی تفسیر میں دفعتہً تین طلاقیں دینا بھی داخل ہے۔ (ماہنامہ 'الشریعۃ' جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۸)

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت سے قبل آنے والی آیت ِکریمہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ:۲۲۹) میں دو طلاقوں سے مراد کون سی طلاق ہے؟ جب ان دو طلاقوں سے مراد رجعی طلاقیں ہیں جو وقفے وقفے سے دی جاتی ہیں، یکبارگی نہیں تو اس پر مرتب ہونے والی تیسری طلاق جو اس آیت میں ذکر ہوئی ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ سے بھی وہ تیسری طلاق مراد ہوگی جو دوسری طلاق کے بعد فی الفور نہیں بلکہ وقفہ کے بعد تیسرے طہر میں دی گئی ہو۔ جب یہ آیاتِ کریمہ وقفے وقفے سے تین طہروں میں دی جانے والی طلاقوں کے حکم کو بیان کرنے کے لئے ہیں تو اس میں دفعتہً / یکبار تین طلاقیں دینا داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک ہی آیت ِکریمہ دو متضاد مفاہیم کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ باقی رہا یہ کہنا کہ یہاں حرف 'فا' ہے جو تعقیب بلامہلت کے لئے آتا ہے تو اس کا جواب مضمون کے سابقہ حصہ میں تفصیل سے ذکر ہوچکا ہے۔

② ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کے قائلین دوسری دلیل کے طور پر حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، سو اس نے کسی اور مرد سے نکاح کیا اور اس نے ہم بستری سے پہلے اسے طلاق دے دی۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا: کیا وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے ہم بستری نہ

www.KitaboSunnat.com

کرلے اور لطف اندوز نہ ہو جائے۔'' (بخاری:۲/۹۱۷، مسلم:۱/۴۶۳، السنن الکبریٰ:۷/۳۳۴)

مضمون نگار لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں "طلّق امرأته ثلاثًا" کے جملہ کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ اور حافظ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ ظاہراً اسی کو چاہتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعتہً دی گئی تھیں۔'' (ماہنامہ الشریعہ، جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۸)

یہ حدیث دراصل رفاعہ قرظیؓ کی حدیث کا اختصار ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اسے رفاعہ قرظیؓ کی مفصل حدیث کے بعد ذکر کیا ہے اور حضرت رفاعہؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی اور دفعتہً نہیں دی تھیں بلکہ متفرق طور پر وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں اور اسی کے لئے اس حدیث میں ثلاثًا کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ امام بخاریؒ کتاب اللباس میں جب اس حدیث کو لائے ہیں تو وہاں وضاحت موجود ہے کہ حضرت رفاعہؓ نے یکے بعد دیگرے وقفہ کے ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عن عائشة أن رفاعة القرظي طلّق امرأته فبَتَّ طلاقها فتزوجها بعده عبدالرحمٰن بن الزبير فجاءت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله! إنها كانت عند رفاعة فطلَّقها آخر ثلث تطليقات...» (صحیح بخاری: جلد۲/ص۸۹۹)

یہاں "فطلقها آخر ثلث تطليقات" کے الفاظ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رفاعہؓ نے تین طلاقیں وقفے وقفے سے دی تھیں، پہلے دو طلاقیں دی جاچکی تھیں اور اب تیسری طلاق بھی دے دی جو آخری ہے اور اسی کو بتة طلاق کہا گیا ہے اور آخر ثلث تطلیقات کے یہ الفاظ صحیح مسلم (حدیث ۱۴،۱۳،۳۵۱۲) اور سنن کبریٰ از بیہقی (جلد ۷/ص ۳۷۴) پر بھی اس حدیث میں موجود ہیں جو تین طلاق کے متفرق طور پر دیئے جانے کی واضح دلیل ہیں اور اگر اس حدیث کو رفاعہؓ کی حدیث کا اختصار نہ بھی مانا جائے تب بھی اس میں آنے والے ثلاثًا کے لفظ کو طلاقِ بدعت پر نہیں بلکہ طلاقِ حسن پر محمول کرنا چاہئے، کیونکہ جدا جدا دی ہوئی تین طلاقوں کے لئے لفظ ثلاثا کا استعمال قرآن وسنت اور لغت وعرف ہر اعتبار سے درست ہے اور اس حدیث میں اکٹھی تین طلاقیں دینے کا کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ امام ابن قیم جوزیہؒ فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

”ليس فيه أنه طلَّقها ثلاثا بفم واحد فلا تدخلوا فيه ما ليس فيه“

”” حدیثِ عائشہؓ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس نے یکبارا کٹھی تین طلاقیں دی تھیں، لہٰذا جس چیز کا حدیث میں ذکر نہیں، اسے اس میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔“ (إغاثة اللهفان:۱/۳۱۳)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث سے اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کو باطل قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ۹/۴۶۸)

③ ان حضرات کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے کہ ”حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کے بعد اس کو تین طلاقیں دے دیتا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہیں ہے، جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے لطف اندوز نہ ہوجائے جس طرح کہ پہلا خاوند اس سے لطف اُٹھا چکا ہے۔ (مسلم:۱/۴۶۳) اس حدیث میں بھی لفظ ثلاثا بظاہر اسی کا مقتضی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دفعۃً دی گئی ہوں۔“ (’الشریعۃ‘ جولائی ۲۰۰۶ء: ص۲۸)

میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں ثلاثًا کے لفظ سے تین طلاقیں اکٹھی دینا مراد ہوتا تو حدیثِ مذکور میں اس کے ساتھ جمیعًا کا لفظ بھی ذکر ہوتا، جیسا کہ محمود بن لبید کی حدیث میں جمیعًا کا لفظ ذکر کرکے تین طلاق کے اکٹھی اور دفعۃً ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”عن محمود بن لبيد قال: أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلّق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا فقام غضبانًا، ثم قال أيُلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم حتى قام رجل وقال:يا رسول الله ، ألا أقتله“(سنن نسائی:ج۲/ص۴۶۸)

”حضرت محمود بن لبید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو آپؐ غصہ کی حالت میں اُٹھے اور فرمایا: کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔“

دیکھئے، جس آدمی نے تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں، اسے ذکر کرتے ہوئے ثلاث کے لفظ کے ساتھ جمیعًا کا لفظ بھی ذکر ہوا ہے۔ جبکہ حضرت عائشہؓ کی حدیثِ مذکور میں ایسا کوئی لفظ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ لہٰذا اس میں لفظ ثلاثا کو دفعۃً اکٹھی تین طلاق پر محمول کرنا تحکم اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔ بنا بریں اس میں ثلاثا کے لفظ سے وہی طلاق مراد ہے جو مباح اور حسن ہے اور جو وقفے وقفے سے تین طہروں میں دی جاتی ہے۔

④ تین طلاق کو تین قرار دینے والوں کی طرف سے محمود بن لبید کی وہی حدیث پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ بمع ترجمہ ابھی ذکر ہوئے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''اس صحیح روایت سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ دفعتاً تین طلاقیں دینا پسندیدہ امر نہیں ورنہ جناب رسول اکرم ﷺ نہ تو اس پر سخت ناراض ہوتے اور نہ ہی یہ ارشاد فرماتے کہ میری موجودگی میں اللہ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے۔ البتہ آپؐ نے باوجود ناراضگی کے ان تینوں کو اس پر نافذ کردیا۔'' (ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء)

یہ بالکل غلط بات ہے کہ ایک کام پر رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوں حتیٰ کہ ایک آدمی ایسے طلاق دہندہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگے اور پھر وہ تین طلاقیں نافذ بھی کردی جائیں، یہ نہیں ہوسکتا، ورنہ اس پر آپؐ کا ناراض ہونا بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کسی کام پر سخت ناراض ہوئے ہوں اور اسے کتاب اللہ کے ساتھ مذاق قرار دیا ہو اور پھر اسے نافذ بھی کردیا ہو، امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”وكيف يظن برسول الله ﷺ أنه أجاز عمل من استهزأ بكتاب الله وصححه و اعتبره في شرعه وحكمه ونفذه وقد جعله مستهزءًا بكتاب الله تعالىٰ“ (إغاثة اللهفان :۳۱۵/۱)

''رسول اکرم ﷺ کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کتاب اللہ کا مذاق اُڑانے والے شخص کے کام کو جائز اور صحیح بنا دیں یا شریعت میں اس کا اعتبار کرتے ہوئے اسے نافذ کردیں جبکہ آپؐ نے اسے کتاب اللہ کا مذاق اُڑانے والا کہا ہے تو اب اس کی دی ہوئی طلاقوں کا اعتبار کیونکر ہوسکتا ہے؟''

⑤ ان کی پانچویں دلیل حضرت سہل بن سعدؓ کی یہ روایت ہے کہ حضرت عویمرؓ نے آپؐ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور آپؐ نے ان کو نافذ کردیا۔ (سنن ابوداؤد)

www.KitaboSunnat.com

''اگر دفعۃً تین طلاقیں حرام ہوتیں اور تین کا شرعاً اعتبار نہ ہوتا اور تین طلاقیں ایک تصور کی جاتیں تو آپؐ ضرور اس کا حکم ارشاد فرماتے اور کسی طرح خاموشی اختیار نہ فرماتے۔''

(ماہنامہ 'الشریعہ': جولائی ۲۰۰۶ء)

حضرت عویمرؓ کا یہ واقعہ طلاق ثلاثہ کی بجائے دراصل لعان کا واقعہ ہے اور حدیثِ لعان سے طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر استدلال کرنا انتہائی کمزور دلیل ہے کیونکہ لعان کرنے سے میاں اور بیوی کے درمیان ہمیشہ کے لئے جدائی اور علیحدگی واقع ہوجاتی ہے کہ جس کے بعد وہ کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ حدیث نبویؐ کے الفاظ: ثم لا يجتمعان أبدا (لعان کے بعد وہ کبھی بھی اکٹھے نہیں ہوسکتے) اسی کی تائید کرتے ہیں، لہٰذا لعان کے بعد حضرت عویمرؓ کا اس عورت کو طلاق دینا ایسے ہی لغو (رائیگاں) تھا جیسے راہ چلتی کسی اجنبی عورت کو تین طلاقیں دے دینا عبث ہے۔ کیونکہ لعان کے بعد وہ عورت طلاق کا محل ہی نہیں رہتی۔ اور لعان سے ہونے والی جدائی ایک یا ایک سے زیادہ طلاقیں دینے کی قطعاً محتاج نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ رسول اکرم ﷺ عویمرؓ کے اس فعل پر خاموش رہے ہیں، اگر دفعۃً تین طلاقیں دینا حرام ہوتا تو آپؐ کبھی خاموشی اختیار نہ کرتے۔ تو اس کا جواب حنفی مذہب کے ممتاز عالم شمس الائمہ سرخسی نے اپنی تالیف المبسوط میں دیا ہے کہ

''آنحضرت ﷺ نے از راہِ شفقت عویمر عجلانیؓ کی بات پر انکار نہ فرمایا، اس لئے کہ آپؐ کو معلوم تھا کہ وہ غصے میں ہے اور اگر غصہ کی بنا پر اس نے آپؐ کی بات نہ مانی تو کافر ہوجائے گا۔ لہٰذا آپؐ نے اس پر انکار کو مؤخر فرما دیا اور "فلا سبيل لك عليها" (تجھے اب اس پر کوئی اختیار باقی نہیں رہا) کہہ کر اس فعل کی تردید کردی۔ نیز یہ کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے تلافی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور لعان کی صورت میں تو تلافی کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔'' (بحوالہ 'تین طلاقیں' از مولانا محمد قاسم خواجہ: ص ۱۱۶)

اور اگر رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کو یہاں رضا پر محمول کرلیا جائے، جیسا کہ مضمون نگار کا خیال ہے، پھر تو تین طلاقیں اکٹھی دینا بدعت بھی نہیں رہے گا۔ جبکہ حنفی مذہب میں بھی تین طلاقیں دفعۃً اکٹھی دینے کو بدعت کہا گیا ہے۔ حضرت عویمرؓ کے اس فعل پر آپؐ کی خاموشی رضا کے اظہار کے لئے نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ اس کا یہ فعل بے محل ہونے کی وجہ سے عبث

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اگر حضرت عویمرؓ کا لعان کے بعد اس عورت کو تین طلاقیں دینے کا عمل برمحل اور مؤثر ہوتا تو آپؐ اس پر اسی طرح ناراضگی اور غصے کا اظہار فرماتے جس طرح محمود بن لبید کی حدیث کے مطابق ایک آدمی کے تین طلاقیں دفعتہً اکٹھی دینے پر آپؐ نے غصے کا اظہار فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ لہٰذا لعان والی حدیث سے دفعتہً تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا انتہائی ضعیف موقف ہے۔

⑥ ان حضرات کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بحالتِ حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی، پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی باقی دو حیض یا طہر کے وقت دے دیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم تو نہیں دیا، تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ سنت تو یہ ہے کہ جب طہر کا زمانہ آئے تو ہر طہر کے وقت اس کو طلاق دے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تو رجوع کرلے۔ چنانچہ میں نے رجوع کرلیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جب وہ طہر کے زمانہ میں داخل ہو تو اس کو طلاق دے دینا اور مرضی ہوئی تو بیوی بنا کر رکھ لینا، اس پر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ تو بتلائیں، اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لئے حلال ہوتا کہ میں اس کی طرف رجوع کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں وہ تجھ سے جدا ہوجاتی اور یہ کارروائی معصیت ہوتی۔ (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴، سنن دارقطنی: ۲/۴۳۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دے چکنے کے بعد پھر رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔'' (ماہنامہ الشریعہ: ۲۰۰۶ء، ص ۲۹)

اگر فقہی جمود کو چھوڑ کر طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ پر تحقیق کی جاتی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث سے اکٹھی تین طلاقوں کے تین ہونے پر ہرگز استدلال نہ کیا جاتا، کیونکہ اکٹھی تین طلاقوں کے موقف کی تردید اسی حدیث میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک طلاق حیض کی حالت میں دے دی تھی اور دیگر دو طلاقوں کو بھی وہ متفرق طور پر دو حیض یا دو طہر میں دینے کا ارادہ رکھتے تھے، حدیثِ مذکور کے آغاز میں اس طریقہ طلاق کی صراحت موجود ہے،

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ حسن بصریؒ کہتے ہیں:

”حدثنا عبد الله بن عمر أنه طلق امرأته تطليقة وهي حائض ثم أراد أن يتبعها تطليقتين أخراوين عند القرئين الباقيين فبلغ ذلك رسول الله ﷺ ... الخ“ (سنن کبریٰ بیہقی: ۷/۳۳۴)

”عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق حیض کی حالت میں دے دی، پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی دو مختلف حیضوں یا طہروں میں دے دیں... الخ۔“

جب عبداللہ بن عمرؓ خود باقی دو طلاقیں دو مختلف حیضوں یا دو مختلف طہروں میں دینے کا ارادہ رکھتے تھے تو اسے دفعتہً اکٹھی تین طلاقوں پر محمول کیسے کیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا عبداللہ بن عمرؓ نے جو رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں اسے تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لئے حلال ہوتا کہ میں اس کی طرف رجوع کرلوں؟ اس سے متفرق طور پر دو مختلف حیضوں میں طلاق دینا ہی مراد تھا جس کا ارادہ حضرت ابن عمرؓ اس سے پہلے کرچکے تھے، اور اس سے دفعتہً اکٹھی تین طلاقیں مراد لے کر ایک ہی حدیث کے اوّل اور آخر حصے کو آپس میں ٹکرا دینا حدیث نافہمی کی دلیل ہے۔ باقی رہا آپ ﷺ کا اس کام کو معصیت کہنا تو اس کا تعلق دراصل حالتِ حیض میں تین طلاقیں دینے سے ہے یا متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرنے کو معصیت کہا گیا ہے۔

اس حدیث کے ناقابل استدلال ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سنن بیہقی کی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں شعیب بن رزیق راوی ہے جسے محدثین نے مجروح قرار دیا ہے۔ دوسرا راوی عطاء خراسانی ہے جو امام بخاریؒ، شعبہؒ اور ابن حبانؒ کے نزدیک ضعیف ہے اور سعید بن مسیّبؒ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ (بحوالہ 'تین طلاقیں' ص ۱۲۲)

⑦ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت نافع بن عجیر فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو بتہ (تعلق قطع کرنے والی) طلاق دی۔ اس کے بعد اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی اور کہا: بخدا میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ

☆ زیر نظر بحث اور مذکورہ حدیث کی تفصیل کے لیے دیکھئے: تطلیقاتِ ثلاثۃ از مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ شائع شدہ ماہنامہ 'محدث' لاہور، بابت اپریل ۱۹۹۲ء......ص ۵۲ تا ۷۹

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم! تو نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے؟ رکانہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے وہ بی بی اسے واپس دلوا دی۔'' (سنن ابوداود، سنن دارقطنی وغیرہ)

اس پر صاحبِ مضمون کہتے ہیں:

''اگر لفظ بتہ سے دفعتہً تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت نہ ہوتا تو جناب رسولِ اکرم ﷺ حضرت رکانہؓ کو کیوں قسم دیتے؟ چونکہ کنایہ کی طلاق میں نیت کا دخل بھی ہوتا ہے اور لفظ بتہ تین کا احتمال بھی رکھتا ہے، اس لئے آپ نے ان کو قسم دی، اگر تین کے بعد رجوع کا حق ہوتا اور تین ایک سمجھی جاتی تو آپؐ ان کو قسم نہ دیتے۔'' (ماہنامہ 'الشریعۃ' جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۹)

حنفیہ کا اس حدیث سے دفعتہً تین طلاقیں واقع ہونے پر استدلال کرنا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے۔ کیونکہ ایک تو یہ روایت ہی ضعیف ہے دوسرا یہ روایت حنفیہ کے مذہب کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ہے، حنفیہ کے مذہب کے مطابق بتہ کے لفظ سے جب ایک طلاق مراد لی جاتی ہے تو وہ ایک بائنہ ہوتی ہے جس کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا اور بیوی واپس نہیں دلوائی جاسکتی، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”طلاق البتة عند الشافعي واحدة رجعية وعند أبي حنيفة واحدة بائنة“ (عون المعبود: ج۶ ص ۲۰۸)

''یعنی طلاق بتہ سے امام شافعیؒ کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاقِ بائنہ پڑے گی۔''

حضرت رکانہؓ کی مذکورہ حدیث کے مطابق لفظ بتہ سے ایک طلاق کو رجعی بنایا گیا ہے اور بیوی اسے واپس دلوائی گئی ہے تو اس حدیث سے حنفی حضرات استدلال کیسے کرسکتے ہیں؟

اور رکانہؓ کی روایت جو بتہ کے لفظ کے ساتھ آئی ہے اور جس سے حنفیہ تین طلاق کے واقع ہونے پر استدلال کرتے ہیں، زبیر بن سعید کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ”فيه زبير بن سعيد بن سليمان نزيل المدائن لين الحديث من السابعة“ (تقریب التہذیب: ج۱ ص ۲۵۸) نیز اس میں عبداللہ بن علی بن یزید راوی بھی ضعیف (لین الحدیث) ہے اور نافع بن عجیر مجہول ہے۔ دیکھئے: زاد المعاد: ج۴ ص ۵۹

عون المعبود میں ہے: ”إن الحديث ضعيف ومع ضعفه مضطرب ومع

www.KitaboSunnat.com

اضطرابه معارض بحديث ابن عباس أن الطلاق كان على عهد رسول الله واحدة، فالإستدلال بهذا الحديث ليس بصحيح" (ج٦/ص٢٠٨)

''حضرت رکانہؓ کی بتہ والی حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف ہونے کے ساتھ یہ مضطرب بھی ہے اور مضطرب ہونے کے باوجود یہ عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے جس میں ذکر ہے کہ تین طلاقیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور ابوبکر صدیقؓ کے دور اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو، تین سال تک ایک ہی شمار ہوتی تھیں......

اس کے برعکس حضرت رکانہؓ کی وہ حدیث جس میں ثلاثا کا لفظ وارد ہے اور وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی دلالت کرتی ہے، سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے

"عن ابن عباس قال طلّق ركانة بن عبد يزيد أخو بني مطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا. قال: فسأله رسول الله ﷺ «كيف طلقتها؟» قال: طلقتها ثلاثا، قال: فقال: «في مجلس واحد؟» قال: نعم. قال «فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت» قال: فرجعها فكان ابن عباس يرىٰ أنما الطلاق عند كل طهر" (مسند احمد:۳/۹۱، بہ تحقیق احمد شاکر)

''رکانہ بن عبدِ یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں اور پھر اسے اس پر سخت پریشانی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تو نے کیسے طلاق دی ہے؟ کہا: تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ فرمایا: کیا ایک ہی مجلس میں؟ کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی۔ اگر چاہے تو اس سے رجوع کرلے تو رکانہؓ نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے میں طلاق ہر طہر میں دینی چاہئے۔''

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول ﷺ نے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے اور اس کے خلاف جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ یا تو ضعیف اور مجروح ہیں اور اگر صحیح ہیں تو ان سے تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

⑧ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بحالتِ حیض اپنی بیوی کو بتہ طلاق دے دی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تو نے پروردگار کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ سے بالکل

www.KitaboSunnat.com

الگ ہوگئی۔ اس شخص نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ بھی تو ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے تو ان کو رجوع کا حق دیا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ ''بلا شبہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرلے مگر اس لئے کہ اس کی طلاق باقی تھی اور تیرے لئے اپنی بیوی کی طرف رجوع کا حق نہیں۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴) (ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء)

کسی حدیث میں ثلاثا یعنی تین کا لفظ آجائے تو علماے حنفیہ جھٹ اسے دفعۃً اکٹھی تین طلاقوں پر محمول کرکے میاں، بیوی میں جدائی ڈالنے کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ اور پھر پریشان حال طلاق دہندہ کو حلالہ کے نام پر بدکاری اور بے غیرتی کا راستہ دکھاتے ہیں، حالانکہ احناف کے حلالہ اور روافض کے متعہ میں صرف نام کا فرق ہے، درحقیقت دونوں ہی اسلام کی پیشانی پر بدنما دھبہ ہیں، بلکہ امام ابن قیمؒ نے اپنی تالیف إغاثة اللهفان میں بارہ وجوہات سے ثابت کیا ہے کہ حلالہ رافضیوں کے متعہ سے بھی زیادہ قبیح اور بُرا ہے۔

اگر احادیث میں وارد ثلاثا (تین) کے لفظ کو طلاقِ حسن یعنی متفرق طور پر طلاق دینے پر محمول کیا جائے اور اسے طلاقِ حسن بنایا جائے تو حلالہ جیسی لعنت سے بچا جاسکتا ہے۔ بنا بریں حدیثِ مذکور میں بھی بتہ کے لفظ سے متفرق طور پر تین طلاقیں دینا مراد ہے کیونکہ اس طرح تیسری طلاق اَزدواجی تعلق کو قطع کردیتی ہے۔ حدیثِ مذکور میں سائل کی اپنی بیوی کو دی ہوئی طلاق کو عبداللہ بن عمرؓ کی طلاق کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس نے تین طلاقیں متفرق طور پر دی تھیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی باقی دو طلاقیں باقی دو حیض میں دینے کا ارادہ کیا تھا، جیسا کہ حدیث نمبر ۶ کے تحت ذکر ہوچکا ہے اور حدیث میں آنے والے لفظ معصیت اور نافرمانی کا تعلق حیض کی حالت میں طلاق دینے سے ہے، اس حدیث سے تین طلاقیں واقع کرنے والوں کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔ اُنہیں چاہئے کہ اس موقف پر کوئی صحیح اور صریح دلیل پیش کریں۔

⑨ ان حضرات کی نویں دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب اسی قسم کے مسئلہ کے بارہ میں سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے اس صورت میں مجھے رجوع کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہوگئی ہے جب تک کہ وہ تیرے بغیر کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور اس طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔'' (بخاری، مسلم بحوالہ ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۳۰)

اَحناف کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ ایک لفظ سے ہوں جیسے ''تجھ کو تین طلاق ہے۔'' یا متعدد الفاظ سے ہوں، جیسے ''تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔'' یہ دونوں صورتیں تین طلاق کے حکم میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مذکورہ فیصلہ ان کے دعویٰ کی حمایت نہیں کرتا، بلکہ ان کا یہ جملہ کہ ''تم نے ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا یہ فیصلہ اکٹھی تین طلاقوں کے بارے میں نہیں بلکہ متفرق طور پر طلاقیں دینے کے بارے میں ہے۔ یہ قرینہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ''فإن النبي ﷺ أمرني بهذا'' کہ ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی کا حکم دیا تھا۔'' ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دفعتہً اکٹھی تین طلاقیں دینے کا حکم نہیں دیا تھا جو کہ بدعت ہے بلکہ متفرق طور پر طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ (جو کہ جائز بلکہ حسن طلاق ہے)

(الطلاق الثلث في مجلس واحد از ابوالسلام مولانا محمد صدیقؒ: ص ۵۴)

⑩ ان کی ایک دلیل حضرت زید بن وہب کی یہ روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک مسخرہ مزاج آدمی تھا، اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ جب ان کا یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے ہاں پیش کیا گیا اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے تو محض دل لگی اور خوش طبعی کے طور پر یہ طلاقیں دی ہیں، یعنی میرا قصد و اِرادہ نہ تھا تو حضرت عمرؓ نے دُرّہ سے اس کی مرمت کی اور فرمایا کہ ''تجھے تو تین طلاقیں ہی کافی تھیں۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی ایک کلمہ یا ایک ہی مجلس میں دی گئی طلاقوں کا اعتبار کرتے تھے۔ (ماہنامہ 'الشریعہ'، جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۳۰)

سوچنے کا مقام ہے کہ مدینہ طیبہ کے مسخرہ مزاج آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق مسلسل دے کر اسلام کا تمسخر اُڑایا جو درست نہ تھا۔ لیکن تین طلاقوں کو تین بنانے والے

www.KitaboSunnat.com

حضرات دفعتہً تین طلاقوں کو تین ہی بنا کر کیوں اسلام کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اگر مدینہ طیبہ کے مسخرہ مزاج آدمی کا فعل اسلام کا مذاق اُڑانے کے مترادف تھا تو آج بھی دفعتہً دی ہوئی تین طلاقوں کو تین قرار دینا طلاق کے مشروع طریقے کا مذاق اُڑانے سے کم نہیں ہے، اور اس کے بعد حلالہ نکالنے کا حکم دینے سے تو اس مذاق کی شدت اور بڑھ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس فرمان میں کہ ''تجھے تین ہی کافی تھیں۔'' تین طلاقیں متفرق طور پر دینے کا احتمال بھی موجود ہے اور اگر حضرت عمرؓ نے اکٹھی تین طلاقوں کو تین قرار دیا بھی ہے جیسا کہ مضمون نگار کی رائے ہے، تو یہ آپ کا ذاتی فیصلہ تھا جو اُنہوں نے اپنی خلافت کے دو تین سال بعد غیر محتاط لوگوں کی سزا کے طور پر نافذ کیا تھا۔ آخر زندگی میں آپؓ نے ندامت کے ساتھ اس سے رجوع کر لیا تھا۔

⑪ ان کی ایک دلیل حضرت انسؓ بن مالک کی یہ روایت ہے کہ ''حضرت عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، فرمایا کہ تین ہی طلاقیں متصور ہوں گی اور وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے اور حضرت عمرؓ کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا تو آپؓ اس کو سزا دیا کرتے تھے۔'' (السنن الکبریٰ: ۳۳۴/۷) (ماہنامہ الشریعہ، جولائی ۲۰۰۶ء)

اس حدیث سے علماے احناف کا تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا کئی طرح سے درست نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ غیر مدخول بہا عورت کو تین طلاقیں دے دی جائیں تو احناف کے نزدیک بھی وہ پہلی طلاق سے جدا ہو جائے گی، دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

"فإن فرق الطلاق بانت بالأولی ولم تقع الثانية والثالثة " (ہدایہ، ص ۳۸۸)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیثِ انسؓ سے غیر مدخول بہا کے لئے تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہونے پر استدلال کرنا فقہ حنفی کے ہی خلاف ہے۔ دوسرا یہ کہ حدیثِ انسؓ میں تین طلاق کے دفعتہً دینے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اس میں متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کا احتمال بھی موجود ہے۔ رہا حضرت عمرؓ کا ایسے شخص کو سزا دینا تو یہ سزا غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے پر دی جاتی تھی کیونکہ غیر مدخولہ جب ایک طلاق سے جدا ہوجاتی ہے تو اسے تین طلاقیں دینے کی

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں ہے۔ تیسرا یہ کہ اگر حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو تین شمار کیا بھی ہے تو یہ ان کی خلافت کے دو، تین سال گزرنے کے بعد ان کے طلاقِ ثلاثہ کے وقوع سے متعلق مشہور فیصلے کی وجہ سے تھا جس کے ذریعے وہ اکٹھی تین طلاقیں دینے والوں کو اس کارِ معصیت سے روکنا چاہتے تھے۔

⑫ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔'' (السنن الکبریٰ:۷/۳۳۴)

اس حدیث سے استدلال بھی حنفی مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے، اور یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ تین طلاقوں سے متفرق طور پر طلاق دینا مراد ہو۔

⑬ ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ ''ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں، اُنہوں نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں اور باقی ماندہ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں پر تقسیم کردے۔ (السنن الکبریٰ:۷/۳۳۵)

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ بھی ایک کلمہ اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے ہیں۔'' (ماہنامہ 'الشریعۃ' جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۰)

اس اثر کی سند میں حبیب بن ابی ثابت اور حضرت علیؓ کے درمیان "بعض أصحابه" یعنی اس کے بعض ساتھیوں کا واسطہ ہے۔ جس کا پتہ ہی نہیں کہ یہ کون شخص ہے اور کیسا ہے؟ لہٰذا اس مجہول راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ (الطلاق الثلث في مجلس واحد ص۵۳) اور ایسے ضعیف آثار سے استدلال کرنا اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔

⑭ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اور اب اس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ وہ شخص بولا کہ کیا حلالہ کی صورت میں بھی جواز

www.KitaboSunnat.com

کی شکل نہیں پیدا ہوسکتی؟ اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے گا۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۷) (ماہنامہ 'الشریعۃ': ص ۳۰)

صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ عہدِ رسالتؐ، خلافتِ صدیقیؓ، اور دو سال خلافتِ فاروقیؓ تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہوتی رہی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگوں نے ایسے موقع پر عجلت سے کام لیا ہے جس میں ان کے لئے تاخیر چاہئے تھی۔ کاش! ہم اس امر کو ان پر جاری کردیں۔ لہٰذا اُنہوں نے اس امر (تین طلاق......) کو جاری کردیا۔

یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ ہے۔ اس کی روشنی میں تین طلاق کو تین قرار دینا ان کی طرف سے بطورِ تعزیر تھا جیسے حضرت عمرؓ نے کیا تھا جو طلاق دہندہ کی سزا کے طور پر اُنہوں نے صادر کیا تھا۔ لیکن یہ فیصلہ عارضی اور وقتی تھا جس سے خود حضرت عمرؓ نے رجوع کرلیا تھا۔ لہٰذا اسے طلاقِ ثلاثہ کے لئے اُصول نہیں بنایا جاسکتا۔ نیز اس حدیث میں 'حلالہ' کے متعلق خداع کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کو محرّم بنانے کے بعد طلاق دہندہ کو حلالہ کے نام سے بدکاری کا راستہ دکھانا، حلالہ کرنا اور کرانا اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے ساتھ دھوکہ اور فریب ہے جس کا اللہ تعالیٰ عذاب اور سزا کی صورت میں بدلہ دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ إِلاَّ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (البقرۃ:۹)

⑮ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس پر سکوت اختیار کیا، ہم نے خیال کیا کہ شاید وہ اس عورت کو اسے واپس دلانا چاہتے ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم خود حماقت کا ارتکاب کرتے ہو اور پھر کہتے ہو: ''اے ابن عباسؓ! اے ابن عباسؓ بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تو اب تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ تمہاری بیوی اب تم سے بالکل علیحدہ ہوچکی ہے۔'' (السنن الکبریٰ: ج ۷/ص ۳۳۱) (ماہنامہ 'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۳۰)

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک فتویٰ تو وہ ہے جو سنن ابوداؤد میں منقول ہے اور جو تین طلاق کے ایک ہونے کا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "إذا قال أنت طالق ثلاثا بفم واحد فهي واحدة" (ابوداؤد مع عون المعبود: ج۶/ص۱۹۴)

اور یہی فتویٰ حضرت طاؤس کے واسطے سے بھی عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق بھی ہے جو صحیح مسلم میں آپ ﷺ سے مروی ہے اور دوسرا فتویٰ ان کا تین طلاقوں کے تین ہونے کا ہے جسے اُنہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف سے بطورِ تعزیر کے اختیار کیا تھا یہاں یہی مراد ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فتویٰ اُنہوں نے طلاق دہندہ کی سزا کے طور پر نافذ کیا تھا جو عارضی اور وقتی تھا اور اسے اُصول نہیں بنایا جاسکتا۔

⑯ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت معاویہ بن ابی عیاش انصاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور عاصم بن عمرو کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت محمد بن ایاس بن بکیر تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ ایک دیہاتی گنوار آدمی نے اپنی غیر مدخول بہا عورت کو دخول سے قبل تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا: جا کر ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے پوچھو۔ جب سائل ان کے پاس حاضر ہوا اور دریافت کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! فتویٰ دیجئے لیکن سوچ سمجھ کر بتانا کہ مسئلہ پیچیدہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک طلاق اس سے علیحدگی کے لئے کافی تھی۔ اور تین طلاقوں سے وہ اس پر حرام ہوگئی ہے۔ الا یہ کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا۔ (موطأ امام مالک: ص۲۰۸، الطحاوی، السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۵) (ماہنامہ 'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء)

یہ حدیث بھی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کے لئے کئی طرح سے مفید نہیں:

ایک تو اس لئے کہ اس حدیث میں غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینے کا ذکر ہے اور غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دی جائیں تو احناف کے نزدیک وہ ایک طلاق سے جدا ہو جاتی ہے۔ باقی دو طلاقیں واقع ہی نہیں ہوتیں تو علماے حنفیہ اس حدیث سے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر استدلال کیسے کر سکتے ہیں جبکہ یہ ان کے مذہب کے ہی خلاف ہے۔

دوسرا اس لئے کہ اس حدیث میں صراحت نہیں ہے کہ یہ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دی

گئی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے تین طلاقیں مختلف مجالس میں دی ہوں: إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال !

تیسرا یہ کہ ایسے موقعے پر ایک اُصولی بات کو عام طور پر نظر انداز کردیا جاتا ہے وہ یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت مرفوع حدیث اور صحابہ کرامؓ سے ثابت شدہ آثار میں تضاد اور اختلاف پایا جائے تو اس وقت نبی علیہ السلام سے ثابت مرفوع حدیث مقدم ہوتی ہے۔ اور آثارِ صحابہؓ کو چھوڑ دیا جاتا ہے، کیونکہ مرفوع حدیث کی نسبت اس مقدس ہستی کی طرف ہوتی ہے جو معصوم ہے جس پر ہر وقت وحی الٰہی کا پہرہ موجود رہتا تھا۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص بھی خطا ونسیان سے پاک نہیں ہے۔ تو جب رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور کے شروع میں جب کوئی آدمی اکٹھی تین طلاق دے دیتا تھا تو اُنہیں ایک بنایا جاتا تھا تو اس مرفوع حدیث پر عمل ہونا چاہیے۔ اس کے مقابلے میں موقوف کو نظر انداز کرنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم کی رو سے ہمیں آپ ﷺ ہی کی اتباع اور پیروی کا حکم ہے۔

⑰ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو دوسو طلاق دے دی ہیں، اب کیا حکم ہے؟ اُنہوں نے فرمایا تجھے کیا فتویٰ دیا گیا ہے؟ اُس نے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عورت اب مجھ سے بالکل الگ اور جدا ہوگئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے سچ کہا ہے۔''

(موطا امام مالک:۱۹۹) (ماہنامہ 'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء)

ایسی روایات جن میں بیوی کو دوسو یا ہزار طلاقیں دے ڈالنے کا ذکر آتا ہے اُنہیں پڑھنے والا حیران ہوتا ہے کہ آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی شخص اتنی کثرت سے طلاقیں نہیں دیتا کہ وہ دوسو یا ہزار تک پہنچا کر ہی دم لے، لیکن اُس دور میں اتنی کثرت سے طلاقیں کیوں دی جاتی تھیں؟ درحقیقت وہ لوگ زمانۂ جاہلیت سے ہی کثرت سے طلاقیں دینے کے عادی تھے، ان میں سے کوئی شخص اگر بیوی کو تنگ کرنا چاہتا تو وہ اسے طلاق دے دیتا، اور جب اس کی مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے قریب آتی تو پھر اس سے رجوع کرلیتا، اس کے بعد پھر طلاق

www.KitaboSunnat.com

دے دیتا، اور اس طرح بار بار طلاق دینے اور اس کے بعد رجوع کر لینے سے ان کی تعداد سو تک یا ہزار طلاقوں تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ جیسا کہ حضرت عروہ سے مروی ہے:

"كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تنقضي عدتها كان ذلك له وإن طلقها ألف مرة فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتى إذا ما دنا وقت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ثم قال: والله لا آويك إلى ولا، تحلين أبدا" (أخرجه مالك والشافعي والترمذی والبيهقي في سننه بحواله تفسير فتح القدير للشوكاني: ج۱/ص۲۳۹)

"جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور اس کی عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتا اور یہ اس کے لئے جائز سمجھا جاتا تھا، اگرچہ نوبت ہزار طلاقوں تک پہنچ جائے۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، جب اس کی عدت ختم ہونے کے قریب آئی تو اس نے رجوع کر لیا۔ اس کے بعد پھر طلاق دے دی اور مطلقہ عورت سے کہا: اللہ کی قسم! نہ تو میں تجھے بساؤں گا اور نہ ہی تجھے چھوڑوں گا کہ تو آگے کسی سے نکاح کر سکے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ سو یا ہزار طلاقیں کیسے دیتے تھے اور تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے والے حضرات جو ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں کسی شخص کے اپنی بیوی کو سو یا ہزار طلاقیں دینے کا ذکر آتا ہے تو اس سے دفعتۃً اکٹھی طلاقیں دینا مراد نہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ حضرت عروہ کی حدیثِ مذکور کے مطابق ہر مہینے بعد وقفے سے طلاقیں دینا مراد ہے اور ایسا وہ عورتوں کو ستانے کے لئے کرتے تھے۔ اسلام نے بے شمار طلاقیں دینے کا خاتمہ کر دیا، اور تیسری طلاق کو مرد و عورت میں جدائی ڈالنے والی طلاق بنا دیا جس کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث سے یہی طریقہ طلاق مراد ہے جو حدیثِ عروہ میں ذکر ہوا ہے کہ متفرق طور پر دی ہوئی طلاقوں سے تیسری طلاق سے عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور باقی طلاقیں لغو قرار پائیں گی۔

⑱ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ "حضرت عمران بن حصینؓ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے یہ سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب وہ کیا کرے؟ حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ اس نے ربّ تعالیٰ کی

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی کی ہے اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے۔'' (السنن الکبریٰ:۷/۳۳۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ بصرہ میں حضرت عمرؓ کی طرف سے لوگوں کو شریعت کی تعلیم دینے کے لیے مامور تھے۔(الاصابہ:۴/۵۸۵) اور اُنہوں نے یہ فتویٰ حضرت عمرؓ کی طرف سے بطورِ تعزیر اختیار کیا تھا۔ دوسرا یہاں بھی ہمیں شریعت کے اس اُصول کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے کہ ایسی صورت میں جب کہ کسی مسئلہ میں نزاع اور اختلاف ظاہر ہو جائے تو قرآنِ کریم نے ہمیں اسے حل کرنے کے لئے ایک اُصول دیا ہے، تاکہ اس پر عمل کر کے اس نزاع کو حل کرلیا جائے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾(النساء:۵۹) ''یعنی جب تمہارا کسی چیز میں نزاع اور اختلاف ہو جائے، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ہے، اور حدیثِ نبویؐ میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیتا تھا تو اُنہیں ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے جبکہ حضرت عمران بن حصینؓ کا فتویٰ حدیثِ مرفوع کے خلاف ہے۔ تو ایسے موقع پر ایک سچے مسلمان کا ضمیر اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اُمتیوں کی آرا کے پیچھے چلے کیونکہ کوئی بھی اُمتی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ اس لئے آثارِ صحابہؓ کے مقابلہ میں مرفوع حدیث پر عمل کرنا ہی قرآنی اُصول کے مطابق ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

⑲ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ ایک شخص نے ہم بستری سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، وہ کیا کرے؟ اس پر حضرت عطا بن یسار نے فرمایا کہ کنواری کی طلاق تو ایک ہی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم قصہ گو ہو۔ ایک طلاق ایسی عورت کو جدا کر دیتی ہے اور تین اس کو حرام کر دیتی ہیں۔'' (ماہنامہ الشریعۃ: جولائی ۲۰۰۶ء،ص ۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا یہ فتویٰ حنفیہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کا قول تو یہ ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ باکرہ عورت کو خلوت سے پہلے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی جائیں تو ایک طلاق واقع ہوگی جس سے وہ عورت بائنہ ہوجائے گی۔ باقی دو طلاقیں لغو اور بے کار ہوجائیں گی، لہٰذا اَحناف کا اس اثر سے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا یہ فتویٰ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حدیثِ مرفوع پر عمل کرنا چاہئے۔

⑳ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس کا خیال ہوا کہ وہ اس سے نکاح کرلے، اس نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے فتویٰ طلب کیا۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ تم اس سے نکاح نہیں کرسکتے، تاوقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے، اس نے کہا کہ اس کے لئے میری طرف سے ایک ہی طلاق ہے تو اُنہوں نے فرمایا کہ تم نے اپنا اختیار کھو دیا ہے جو تمہارے ہاتھ میں تھا۔'' (ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۲)

اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے قبل ذکر ہوچکا ہے کہ احناف کا اس اثر سے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک غیر مدخول بہا کو دی گئی تین طلاقوں میں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے، باقی دو لغو اور بے کار جاتی ہیں۔ ویسے بھی یہ اثر مرفوع حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا قابل عمل نہیں ہے۔ قابل عمل رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی ہے۔

㉑ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ '' حضرت عطا فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب کیا صورت ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ تو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی ہے اور تجھ پر تمہاری بیوی حرام ہوگئی ہے حتیٰ کہ وہ تمہارے بغیر کسی اور مرد سے نکاح کرے۔''

(ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۲)

حضرت ابن عباسؓ سے دو فتوے مروی ہیں، ان میں سے ان کا وہی فتویٰ قبول کیا جائے گا جو انہی سے مروی حدیث کے موافق ہے کہ عہدِ رسالتؐ سے لے کر خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو سال تک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی صحابی کا قول وفعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت حدیث کے مخالف ہوتو نبی اکرم ﷺ کی حدیث کو عمل کے اعتبار سے صحابی کے قول وفعل پر مقدم کیا جاتا ہے اور صحابی کے قول وفعل کی وجہ سے حدیثِ نبوی کو مجروح بنا کر چھوڑ نہیں دیا جائے گا۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ حنفی فرماتے ہیں:

”والحق في هذاالمقام أن قول النبي ﷺ وفعله أحق بالاتباع وقول غيره أو فعله لايساويه في الاتباع فإذا وجد من الصحابي ما يخالف الحديث النبوى يؤخذ بخبر الرسول ﷺ“ (الأجوبة الفاضلة: ص۲۲۵)

یعنی ”ایسے مقام میں حق اور سچ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول اور آپ کا فعل ہی اتباع اور پیروی کے لائق ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کا قول وفعل اتباع اور پیروی میں رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کے مساوی اور برابر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جب صحابیؓ کا قول وفعل حدیثِ نبویؐ کے خلاف آجائے تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا۔“

طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں بحث کا خلاصہ اور اُصولی موقف

طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک اُصولی بات پیش نظر رکھی جائے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تھا تو اُنہیں ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ حضرت رکانہ بن عبد یزیدؓ نے جب اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو خود رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں ایک طلاقِ رجعی قرار دیا تھا۔ یہ بات طے شدہ ہے اور جو دلائل اس کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں، اُنہیں بنظر غائر دیکھا جائے تو ان کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ دلائل صحیح ثابت ہوں گے اور صحت کے معیار پر پورے اُترتے ہوں گے یا پھر وہ دلائل ضعیف اور غیر ثابت ہوں گے۔ اگر وہ دلائل جو طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر پیش کئے جاتے ہیں، پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے بلکہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں تو اُنہیں دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ حضرت علیؓ سے مروی آثار کا حال ہے۔

لیکن اگر وہ دلائل صحیح ثابت ہیں تو دو حال سے خالی نہیں ہیں۔ یا وہ دلیل مرفوع حدیث ہوگی جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے یا پھر اس کا تعلق آثارِ صحابہؓ سے ہوگا۔ اگر وہ دلیل جو طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کے متعلق پیش کی جاتی ہے، مرفوع حدیث ہے تو اس سے اس موقف

www.KitaboSunnat.com

پر استدلال کرنا ہی صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ جب آپ ﷺ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا جاتا تھا، تو اس کے خلاف تین طلاقوں کو تین ہی بنانے کا آپ ﷺ سے تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کلام نبوت میں تضاد کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عویمرؓ کی حدیثِ لعان سے تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کیا جاتا ہے، جبکہ اُنہوں نے لعان کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سامنے ملاعنہ عورت کو از خود ہی آپ ﷺ کے حکم کے بغیر تین طلاقیں دے دی تھیں، حالانکہ لعان کے بعد ان کا یہ طلاقیں دینا بے فائدہ اور بے محل تھا۔ اس لئے کہ لعان کی صورت میں عورت، مرد سے نفس لعان سے ہی جدا ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد ایک یا تین طلاقیں دینا غیر مؤثر اور بے فائدہ ہے، اسی لئے حضرت ہلال بن اُمیہ نے جب اپنی بیوی سے لعان کیا تھا تو اس کے بعد طلاقیں دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور یہاں صرف لعان کو ہی جدائی کے لئے کافی سمجھا گیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الطّلاق)

دوسرے فریق کی طرف سے جن آثارِ صحابہؓ کو طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، ان کی بھی دو صورتیں ہیں۔بعض آثار تو وہ ہیں جو دونوں معنوں کا احتمال رکھتے ہیں، ان میں جہاں اکٹھی تین طلاق دینے کا احتمال پایا جاتا ہے، وہاں متفرق طور پر وقفے وقفے سے تین طلاقیں دینے کا احتمال بھی موجود ہے تو کیوں نہ ایسے آثار کو متفرق طور پر تین طلاق دینے پر محمول کیا جائے۔ جو طلاق دینے کا حسن طریقہ بھی ہے اور اس طرح احادیث اور آثار کے درمیان تطبیق بھی ہوجائے گی اور تین طلاقیں اکٹھی دینے والوں کی حوصلہ شکنی بھی ہوسکے گی اور دفعتہً تین طلاقیں دینے کی بدعت سے بھی بچا جاسکے گا۔

اور اگر وہ آثار متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کا احتمال نہیں رکھتے بلکہ اکٹھی تین طلاقیں دینے پر ہی دلالت کرتے ہیں تو ان میں ذکر ہونے والی اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کو اس تعزیر پر محمول کیا جائے گا جو حضرت عمرؓ کی طرف سے غیر محتاط لوگوں کی سزا کے طور پر نافذ کی گئی تھی جیسا کہ یہ بات حضرت عمر فاروقؓ کے عمل سے بھی ظاہر ہے۔لیکن اسے طلاقِ ثلاثہ کے لئے اُصول نہیں بنایا جائے گا تاکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ طریقہ طلاق سے اس عمل کا تعارض لازم نہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ طریقۂ طلاق کو اختیار کرکے آپ ﷺ کے حق اتباع کو بھی ادا کیا جائے۔ وما علينا إلا البلاغ

www.KitaboSunnat.com